# امثال الحدیث

## (جاحظ کی البیان والتبیین کی روشنی میں)

قاری اظہار احمد تھانوی

بلغاءِ عرب نے عکاظ اور ذوالمجاز کے میلوں میں اپنی فصاحت و بلاغت کی دھاک بٹھا رکھی تھی نظم و نثر دونوں میں انہوں نے کمال حاصل کیا ہوا تھا۔ اپنی زبان دانی پر انہیں اس قدر فخر تھا کہ اپنے سامنے تمام دنیا کو عجم (گونگی) کہتے تھے، مگر سرمایہ بلاغت کے زیادہ تر حصے میں اخلاقی قدروں کا لحاظ نہیں رکھا گیا تھا ظہورِ اسلام سے جہاں زندگی کے دوسرے تمام شعبے متاثر ہوئے وہاں ادب کی دنیا میں بھی ایک زبردست انقلاب رونما ہوا، فصاحت و بلاغت کی قدریں یکسر تبدیل ہو گئیں: اسی انقلاب کا اثر تھا

کہ جب عمرو بن عبید سے پوچھا گیا کہ بلاغت کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا

ما بلغ بك الجنة وعدل بك عن النار — وہ کلام جو تجھے جنت تک پہنچادے اور دوزخ سے بچائے

سائل نے کہا میری یہ مراد نہیں، تو عمرو بن عبید نے کہا، شاید تمہاری مراد یہ ہے کہ کلام میں کس قسم کے الفاظ و بیان کا پیرایہ اختیار کیا جائے، سائل نے کہا، ہاں میرا یہی مقصد ہے تو انہوں نے کہا: بلاغت یہ ہے کہ خدا کی حجت کو مکلفین کے عقول میں سمو دیا جائے، سامعین کو چون و چرا کی موشگافیوں سے نکال کر اصل حقائق کو ان کے ذہنوں سے اس طرح قریب لایا جائے کہ وہ ان کے لئے خوب صورت تصورات بن جائیں، الفاظ ایسے مزین ہوں جنہیں ذہن بآسانی قبول کرے یہ تاثیر کا یہ عالم ہو کہ تاریک ذہن منور ہو جائیں فضول ذہنی سوچ کی نفی ہو اور کتاب وسنت کی پاکیزہ نصیحتیں دماغوں میں گھر کر لیں، اگر اس قسم کا

خطاب کر سکتے ہو تو یہ کہنا صحیح ہوگا کہ تم فصل خطاب کے مالک بن گئے ہو[1]:

ہر چند کہ فصاحت و بلاغت میں عرب فصحاء و بلغاء کو ید طولیٰ حاصل تھا، اس کے باوجود فصاحت و بلاغت کے پیمانوں کی روشنی میں جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و فرمودات پر نظر ڈالتے ہیں تو الفاظ و معانی کا ایک ایسا دلآویز مجموعہ نظر آتا ہے کہ اس کی نظیر مشکل سے نظر آئے گی۔ آپ کے بے شمار ارشادات و فرمودات عربی زبان میں ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ ایک جہادی قافلہ پا بہ رکاب ہے، روانگی کے لئے حکم کا منتظر ہے، ارشاد ہوتا ہے:۔

يَا خَيْلَ اللّٰهِ ارْكَبِيْ — اے خدائی قافلہ والو، بسم اللہ سوار ہو جاؤ

راوی کہتے ہیں کہ اس لفظ میں ہمارے لئے اس قدر مقناطیسی مٹھاس تھی کہ تمام سفر اور جہاد میں ہمارے عزم و ثبات کو توانائی بخشتی رہی[2]۔

طبعی موت کے لئے پہلی مرتبہ آپ ہی نے فرمایا۔

مَاتَ حَتْفَ اَنْفِهٖ — فلاں شخص اپنی طبعی موت مرا

حتف کے معنی موت، یعنی بلا ضرب و حرب اپنی ناک کے راستہ موت کا شکار ہوا۔ عربی زبان کا یہ انمٹ محاورہ ہے جو اب تک بلاغت عرب کا حصہ ہے۔

لَا تَنْتَطِحُ فِيْهِ عَنْزَانِ — یہ ایک ایسا معمولی واقعہ ہے کہ اس پر دو بکریاں کے سینگ بھی نہ ٹکرائیں گی

دور جاہلیت کے عربی ادب میں یہ محاورہ لَا تَحْتَقُ فِيْهِ عَنَاقٌ تھا جس کے معنی ہیں کہ اس مسئلہ پر تو بکری کا بچہ بھی گوز نہیں مارے گا۔ ظاہر ہے کہ ان لفظوں میں بھونڈا پن ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصلاح فرمائی اور ہمیشہ کے لئے فرمودہ نبوی ہی زبان عرب کا ایک حصہ بن گیا، جبکہ پرانا محاورہ ہمیشہ کے لئے ختم سمجھئے[3]

اَلْاٰنَ حَمِيَ الْوَطِيْسُ — اب تنور گرم ہو گیا

غزوۂ حنین میں بنو ثقیف نے مسلمانوں پر اس قدر سنگ باری کی کہ ناگہانی حملے کی تاب نہ لا کر مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور فوجی تنظیم درہم برہم ہو گئی، مسلمانوں کو دوبارہ بلایا گیا تو مسلمان پلٹ آئے اور بڑے سلیقے سے منظم ہو کر بنو ثقیف سے لڑے، جب جنگ باقاعدہ شروع ہو گئی تو اس وقت زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے جو عربی ادب کا ایک خوبصورت محاورہ بن گئے یعنی جنگ کی شدت کے اظہار کے لئے یہ فقرہ استعمال ہے۔[۴]

ایک موقعہ پر آپ نے ابو سفیان بن حرب سے دوران گفتگو فرمایا:

كُلُّ الصَّيْدِ فِي جَوْفِ الْفَرَا — حمار وحشی کے پیٹ میں سب شکار آ گئے۔

فرا، حمار وحشی کو کہا جاتا ہے، اتنا بڑا جانور شکار ہو گیا تو اب گوشت کی کمی نہیں رہی اب نہ خرگوش کی ضرورت اور نہ ہرن کی، یہ محاورہ ایسا ہی ہے جیسے اُردو میں بولتے ہیں ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں" عربی زبان و ادب کا یہ کثیر الاستعمال محاورہ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے ارشاد فرمایا۔[۵]

قبیلہ رعل و ذکوان کے کچھ لوگوں نے حاضر ہو کر درخواست کی کہ ہمارے قبیلے والوں کی خواہش ہے کہ چند مبلغین اسلام کو ہماری راہنمائی کے لئے روانہ فرمایا جائے، مگر وہ جھوٹے تھے، تمام مبعوثین و مبلغین کو لے جا کر قتل کر دیا۔ ان کے پُر فریب رویّہ پر آپ نے ارشاد فرمایا۔

هُدْنَةٌ عَلَى دَخَنٍ وَجَمَاعَةٌ — کینہ کے ساتھ مصالحانہ رویّہ اور آنکھوں میں

عَلَى أَقْذَاءٍ — خس و خاشاک اور ظاہر میں اطمینان۔

عربی ادب میں یہ ٹکسالی محاورہ، ہر اس موقعہ پر بولا جانے لگا جب کوئی شخص دل میں تو کوئی خوفناک سازش رکھتا ہو، مگر ظاہر میں پیار و محبت کی گفتگو کرے۔

هُدْنَه، مصالحانہ رویّہ - دَخَن کینہ - جَمَاعَة اطمینان أَقْذَاء قذی کی جمع

آنکھوں میں پڑنے والی خس وخاشاک(۶)

لَا یُلْسَعُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَیْنِ          مومن کو ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاسکتا۔

روایتوں میں لَا یُلْسَعُ اور لَا یُلْدَغُ دونوں طرح آتا ہے، دونوں ہم معنی ہیں آپؐ نے یہ الفاظ اَبُوعِزَّہ شاعر کے حق میں ارشاد فرمائے یہ بدگو اور بد زبان تھا، غزوۂ بدر میں قید ہوا، آپ نے اس پر احسان فرمایا اور چھوڑ دیا، مگر وہ ایسا کم ظرف ثابت ہوا کہ مکہ واپس جاکر پھر وہی ہجو یہ شاعری کا دھندا جاری رکھا۔ دوبارہ غزوۂ احد میں قید ہوا، اور کہا کہ مُنَّ عَلَیَّ مجھ پر احسان فرمایئے، آزاد کر دیجئے، اس وقت پر آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ جو نہایت کثیر الاستعمال محاورہ کے طور پر آج تک زبانوں پر جاری ہے۔ چنانچہ حارث بن حُدّان نے یزید بن مُہلّب کے قتل کے وقت اور عبدالرحمٰن بن اشعث نے منبر پر اپنے خطاب کے دوران یہ محاورہ استعمال کیا۔(۷)

ابوعمرو عثمان جاحظ کہتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ لفظوں کی تعداد قلیل ہوتی ہے اور معانی کا ایک وسیع مفہوم ہوتا ہے، مصنوعیت سے پاک اور تکلف سے بے عیب، اللہ تعالےٰ نے بھی آپ کو یہی فرمایا کہ اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کہو

وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَکَلِّفِیْنَ(۸)          میں بناوٹی باتیں کرنے والا نہیں ہوں

آپ کو منہ بھر بھر کر اور چبا چبا کر باتیں کرنے سے نفرت تھی، بسط وتفصیل کے موقعہ پر تفصیلی گفتگو فرماتے اور اختصار کے موقع پر اختصار سے کام لیتے، متروک لغات بولنے سے احتراز فرماتے، بھونڈی اور خلاف تہذیب گفتگو سے اعراض فرماتے، آپ کی گفتگو حکمت سے لبریز ہوتی، اندازِ سخن، محتاط اور تائید وتوفیق سے مزین ہوتا، گفتگو کا رنگ ایسا دل آویز ہوتا کہ سامعین کے قلوب اس کی محبت و چاشنی محسوس کرتے تھے، فرمانِ نبوی دلوں میں گھر کر لیتا، رعب اور حلاوت کا حسین امتزاج اعادۂ کلام کی ضرورت سے بے نیاز، کوئی ضروری لفظ رہ نہ جاتا تھا اور استواری کلام میں کہیں لغزش نہ ہو۔

پائی تھی، استدلال بے وزن ہرگز نہ ہوتا اور اس سے مقابل کو بولنے کی قطعاً گنجائش نہ رہتی، طویل اغراض و مقاصد مختصر اور جامع الفاظ میں سامنے آتے، مخاطب کی فہم کے مطابق کلام ہوتا استدلال میں سچائی اور ہمیشہ حقیقت کی نقاب کشائی ہوتی، خلوت و جلوت میں کسی کے عیب نہ کھولتے گفتگو نہ تیز اور نہ سست، نہ طویل نہ حد سے زیادہ مختصر، غرض اس قدر کثیر النفع، معتدل، موزوں، خوبصورت، موقعہ کے لحاظ سے انتہائی مناسب انداز بیان اور واضح المراد کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دنیا نے کسی سے آج تک نہیں سنا۔"(۹)

محمد بن سلام نے یونس بن حبیب کا قول نقل کیا وہ فرماتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ شاندار، پررونق اور چیدہ گفتگو ہم نے کہیں نہیں سنی۔"(۱۰)

انصار کا ذکر ہوا تو ارشاد فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| اَمَا وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُكُمْ، اِلَّا لَتَقِلُّوْنَ عِنْدَ الطَّمْعِ وَتَكْثُرُوْنَ عِنْدَ الْفَزَعِ | سنو، قسم ہے اللہ کی میں تو تمہارے متعلق صرف یہ جانتا ہوں کہ تم لالچ کے مواقع میں کم ہوتے ہو اور جنگی خطرات کے وقت قوت و کثرت کے ساتھ سامنے آتے ہو۔ |

انصار کے لئے اس سے بڑا اور سچا خراج عقیدت، طول طویل خطبات میں بھی پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ سَوَاءٌ كَاَسْنَانِ الْمُشْطِ | سب انسان کنگھی کے دانتوں کی طرح ایک جیسے ہیں۔ |

فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| اَلْمَرْءُ كَثِيْرٌ بِاَخِيْهِ | انسان بھائی کے ساتھ مل کر ایک بڑی قوت ہو جاتا ہے۔ |

فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| لَا خَيْرَ فِي صُحْبَةِ مَنْ لَا يَرٰى لَكَ | اس شخص کی ہمنشینی میں کوئی بھلائی نہیں جو تیرے لئے |

مِثْلَ مَا تَرٰی کَہٗ — وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے

ابن احمر نے کہا ؎

سَوَاءٌ کَاَسْنَانِ الْحِمَارِ فَلَا تَرٰی — لِذِی شَیْبَۃٍ مِنْھُمْ عَلٰی نَاشِیءٍ فَضْلُ

(ترجمہ) وہ گدھے کے دانتوں کی طرح ایک جیسے ہیں، ان میں بوڑھوں کو جوانوں پہ کوئی فضیلت نہیں۔

شعر میں سوقیانہ پن ہے، انسانوں کو گدھے کے دانتوں سے تشبیہ دینا تعریف نہیں، تذلیل ہے[۱۲]

جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَکَافَأُ دِمَاءُ ھُمْ — مسلمانوں کے خون ایک جیسے ہیں ان کی ذمہ داری

وَیَسْعٰی بِذِمَّتِہِمْ اَدْنَاھُمْ — ہر ادنیٰ پر بھی عائد ہوتی ہے ان میں دور رہنے

وَیَرُدُّ عَلَیْہِمْ اَقْصَاھُمْ، وَھُمْ — والے کا فریضہ ہے کہ ان کی مدافعت کرے مسلمان

یَدٌ عَلٰی مَنْ سِوَاھُمْ۔ — غیروں کے مقابلے میں ایک ٹھوس طاقت ہیں۔

مذکورۃ بالا شعر کے مقابلے میں قول نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر بلیغ اور کس قدر بھرپور اور اعلیٰ تنظیمی اصولوں پر مشتمل ہے۔ قلیل الحروف اور کثیر المعانی۔[۱۳]

ارشاد فرمایا :۔

اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی — اوپر والا ہاتھ، نچلے ہاتھ سے بہتر ہے مدد و تعاون

وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ۔ — ان لوگوں سے شروع کرو جو تمہارے خاندان سے ہوں۔

فرمایا :۔

لَا تَجْنِ یَمِیْنُکَ عَلٰی شِمَالِکَ — تیرے دائیں ہاتھ کو تیرے بائیں ہاتھ پر ظلم نہ کرنا چاہئے

اس حدیث میں بھی باہمی تعاون، اشتراک اور خیرسگالی کی تعلیم ہے۔

فرمایا :۔

خَیْرُ الْمَالِ عَیْنٌ سَاھِرَۃٌ لِعَیْنٍ نَائِمَۃٍ — بہترین سرمایہ وہ آنکھ ہے جو بیدار رہ کر سونے والی آنکھ کی حفاظت کرے۔

فرمایا :۔

اَلْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِیْھَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ — جہاد کے لئے گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر و کامیابی قیامت تک کے لئے باندھ دی گئی ہے۔

ارشاد فرمایا :۔

لَیْسَ مِنَّا مَنْ حَلَقَ اَوْ صَلَقَ اَوْ شَقَّ۔ — وہ ہم میں سے نہیں جو مصیبت میں بالوں کو مونڈ لے شور مچائے یا گریبان چاک کرے۔

فرمایا :۔

مَا اَمْلَقَ تَاجِرٌ صَدُوْقٌ — سچا تاجر لالچی نہیں ہوتا

کام کے آدمی کا قحط ہے، اس سلسلہ میں ارشاد ہوا۔

اَلنَّاسُ کَالْاِبِلِ الْمِائَۃِ لَا تَجِدُ فِیْھَا رَاحِلَۃً۔ — انسان اُن سینکڑوں اونٹوں کی طرح ہیں جن میں سواری کے قابل ایک بھی نہ ہو۔

دولت کے ساتھ عموماً بے راہ روی آتی ہے، اس پر ارشاد فرمایا :۔

مَا قَلَّ وَکَفٰی خَیْرٌ مِّمَّا کَثُرَ وَاَلْھٰی — مال تھوڑا ہو جس میں گزارا ہو جائے اس کثیر مال سے بہتر ہے جو بہت ہو اور آدمی بہک جائے۔

علماء اور اُمنائے امت کو دین کی حفاظت اور بدعات سے امت کو بچانے کے لئے یوں ہدایت ہوئی۔

یَحْمِلُ ھٰذَا الْعِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلَفٍ — ہمارے پیچھے آنے والے ہر دور میں اس علم کے وارث صحیح

عُدُوْلُهٗ، يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَ تَاْوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ۔

حامل ہوں گے جو عادل ہوں گے غلو پسند لوگوں کی تحریف کو دین سے دور کریں گے باطل پرستوں کی لوٹ کھسوٹ اور جاہلوں کی تاویلات سے محفوظ رکھیں گے۔

امانت وصدقات میں دیانت داری کی اہمیت کو اس طرح واضح فرمایا :۔

لَا تَزَالُ اُمَّتِیْ صَالِحًا اَمْرُهَا مَالَمْ تَرَ الْاَمَانَةَ مَغْنَمًا وَالصَّدَقَةَ مَغْرَمًا۔

امت کا کام اسی وقت تک صحیح رہے گا جب تک وہ امانت کو لوٹ کا مال اور صدقات کو بوجھ نہیں سمجھے گی۔

لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق :۔

رَاْسُ الْعَقْلِ بَعْدَ الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ مُدَارَاةُ النَّاسِ

ایمان باللہ کے بعد عقل کا اہم ترین فیصلہ یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ محبت اور ملاپ قائم رکھا جائے۔

مشورہ کرنے والے کے راز کی اہمیت :۔

اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ

مشورے کی بات امانت ہوتی ہے۔

گفتگو میں استغفار کی اہمیت :۔

اِفْصِلُوْا بَيْنَ حَدِيْثِكُمْ بِالْاِسْتِغْفَارِ

دوران گفتگو استغفار کے لئے وقفہ رکھو۔

راستوں اور گزرگاہوں کے قریب بیٹھنے کے آداب :۔

لَا تَجْلِسُوْا عَلٰى ظَهْرِ الطَّرِيْقِ فَاِنْ اَبَيْتُمْ فَغُضُّوا الْاَبْصَارَ وَرُدُّوا السَّلَامَ وَاهْدُوا الضَّالَّ وَ اَعِيْنُوا الضَّعِيْفَ۔

اول تو بہتر یہ ہے کہ راستہ کے قریب مت بیٹھو اور بیٹھتے ہی ہو تو نامحرم سے نگاہ بچاؤ، سلام کا جواب دو، بھٹکے ہوئے کو راستہ بتاؤ اور کمزور آدمی کی مدد کرو

**انسان کی بوالہوسی اور طمع :۔**

لَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ لَسَأَلَ اِلَيْهِمَا ثَالِثًا۔

انسان کے پاس اگر سونے کی دو وادیاں بھی ہوں تب بھی تیسری کی طلب میں سرگرداں رہتا ہے۔

**نیز ارشاد فرمایا :۔**

لَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ

انسان کے پیٹ کو قبر کی مٹی ہی پُر کر سکتی ہے بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہو۔

**بہترین دوست کون ہے ؟**

قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْاَصْحَابِ اَفْضَلُ ؟

یا رسول اللہ سب سے بہتر دوست کون ہے ؟

قَالَ اِذَا ذُكِرْتَ اَعَانَكَ وَاِذَا نُسِيْتَ ذَكَّرَكَ

فرمایا وہ ہے کہ جب تیرا ذکر ہو تو تیری مدد کرے اور جب تجھے بھلا دیا جائے تو وہ تجھے یاد کرے۔

**بدترین لوگ کون ہیں ؟**

قِيْلَ اَيُّ النَّاسِ شَرٌّ قَالَ الْعُلَمَاءُ اِذَا فَسَدُوْا

کون بدترین لوگ ہیں ؟ فرمایا علماء ہیں جب بگڑ جائیں۔

**دوستی و اخلاص :۔**

تَهَادَوْا تَحَابُّوْا

ایک دوسرے کو ہدیہ لو اور دو تاکہ باہمی محبت بڑھے

**عیوب گنوانے کی مذمت :۔**

لَوْ تَكَاشَفْتُمْ لَمَا تَدَافَنْتُمْ۔

ایک دوسرے کے عیب کھولنے لگو گے تو شاید ایک دوسرے کا جنازہ بھی نہ اٹھا سکو۔

سائب بن صیفی، جو بڑے عظیم صحابہ میں سے ہیں، اور جاہلیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شراکت میں تجارت کیا کرتے تھے، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آئے تو کہا یا رسول اللہ آپ نے مجھے پہچانا؟

ارشاد فرمایا :۔

| | |
|---|---|
| كَيْفَ لَا أَعْرِفُ شَرِيْكِي الَّذِيْ لَا يُشَارِيْنِيْ وَلَا يُمَارِيْنِيْ۔ | میں اپنے اس شریک کو کیوں نہیں پہچانوں گا جس نے نہ کبھی میرے ساتھ کوئی برائی کی اور نہ جھگڑا۔ |

لفظ لَا يُشَارِيْنِيْ میں راء مشدد ہے کیونکہ اس کا مادہ شَرٌّ ہے وزن و تناسب کے لئے راء مخفف استعمال ہوتی ہے۔

عالم مختلفُ الاحوال ہے اس پر ارشاد ہوا

| | |
|---|---|
| كُلُّ أَرْضٍ بِسَمَائِهَا | ہر زمین کہ رسیدیم آسماں پیداست |

حضرت معاذ بن جبل کو یمن روانہ کرتے وقت فرمایا :۔

| | |
|---|---|
| إِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ فَإِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ | اپنے کو تعیش و اسراف سے بچانا اللہ کے بندے مُسرف نہیں ہوتے۔ |

خوراک میں اعتدال ضروری ہے :۔

| | |
|---|---|
| مَا مَلَأَ ابْنُ آدَمَ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنِهٖ۔ | انسان کا سب سے گندہ برتن جو وہ بھرتا ہے پیٹ ہے۔ |

تھوڑی سی سنت بڑی بڑی بدعتوں سے بہتر ہے :۔

| | |
|---|---|
| اَلْقَصْدُ فِي السُّنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْاِجْتِهَادِ فِي الْبِدْعَةِ۔ | میانہ روی کے ساتھ سنت، بدعت میں مرنے کھپنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ |

راہ محمدی سب سے بہتر ہے۔

| | |
|---|---|
| اَحْسَنُ الْہدیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ وَ | سب سے اچھا راستہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے |
| شَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا | خود ایجاد طریقے بدترین چیز ہیں۔ |

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا وہ فلاں لڑکی کہاں ہے (یہ ایک یتیم بچی حضرت عائشہؓ کی پرورش میں تھی) فرمایا کہ اس کی شادی کر دی گئی ہے فرمایا اس کے ہمراہ کوئی دف بجانے والی اور گانا گانے والی نہیں بھیجی؟ حضرت عائشہ نے پوچھا، گانا کیا ہونا چاہیئے تھا فرمایا ا۔

| | |
|---|---|
| اَتَیْنَاکُمْ اَتَیْنَاکُمْ فَحَیُّوْنَا نُحَیِّیْکُمْ | ہم تم لوگوں کے پاس آگئے، آگئے، تم ہمیں مرحبا کہو |
| وَلَوْلَا الذَّھَبُ الْاَحْمَرُ مَا | ہم تمہیں کہیں گے۔ اگر تمہارے یہاں سرخ سونا نہ ہوتا |
| حَلَّتْ بِوَادِیْکُمْ وَلَوْلَا الْحِنْطَۃُ السَّمْرَاءُ | تو یہ دلہن تمہاری وادی میں نہ اُترتی۔ اگر سرخ گندم |
| مَا سَمِنَتْ عَذَارِیْکُمْ۔(۱۵) | نہ ہوتی تو تمہاری لڑکیاں فربہ اندام نہ ہوتیں۔ |

غریب و یتیم بچی چپ کیوں بیاہ دی گئی؟ خاطر عاطر کو پسند نہ آیا۔

ایک دعاء نبوی، بلاغت کی جان :۔

| | |
|---|---|
| اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ دِیْنِیَ الَّذِیْ ھُوَ عِصْمَۃُ | اے اللہ میرے دین کی اصلاح فرما جو میری زندگی کا محافظ |
| اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَاشِیْ | ہے میری دنیا کی اصلاح فرما جس میں میری حیات ہے میری |
| وَاَصْلِحْ لِیْ اٰخِرَتِیَ الَّتِیْ اِلَیْھَا مَعَادِیْ۔(۱۶) | آخرت کو سنوار جس کی طرف میں نے پلٹنا ہے۔ |

گویا اسلام کے زاویہ سے انسان کے تین جہان ہیں ایک مَن کا دوسرا تن کا تیسرا سدا رہن کا دعا میں تینوں جہانوں کی خیر مانگی گئی، اسی کو جامعیت کہتے ہیں :۔

دھا قین جاہلیت، شعراء کے مبتذل اور سوقیانہ کلام و تصورات سے عربی ادب کا سرمایہ لفظی رزانت و پختگی کی حد تک مضبوط تھا مگر اس تمام سرمایۂ ادب میں کاہنوں کی سی لفظی چاشنی اور

چٹخارے تھے، پوری دنیائے عرب کی قوتِ ناطقہ کسی سچی حقیقت و واقعیت کی دنیا سے گویا بالکل نابلد تھی عریاں اور فحش نظم و نثر کے چسکے تھے اور بلاغت کا یہی معیار، ادب کا شاہکار تھا۔

بلاغت و طلاقت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادبی تہذیبی اور اصلاحی کارناموں میں آپ کا ایک خاص اسلوب متکلمانہ بالکل ایک نئے اور روشن زاویہ سے اُبھر کر سامنے آیا جس میں فصاحت یہ تھی کہ مغلق نامانوس اور مشکل الفاظ کا استعمال یکسر متروک نظر آتا ہے، بات بات پر ڈکشنریوں کی طرف رجوع کی ضرورت نہیں دوسری طرف فحش گوئی اور مبتذل و سوقیانہ تصورات کی بالکلیہ نفی ہوئی. کلام کی بلیغانہ تاثیر کا یہ عالم کہ برق بن کر ذہنوں کی جلا کا سامان بنا جس نے سنا کلیجہ تھام کر رہ گیا اور فیصلہ کن انداز میں ایک دم اپنی راہوں کو چھوڑ کر جادہ حق پر گامزن ہو گیا۔

# حوالہ جات


۱۔ کتاب البیان والتبیین للجاحظ ص ۱۱۴

۲۔ حیوۃ الحیوان ج ۱ ص ۳۲۵

۳۔ کتاب البیان والتبیین ج ۲ ص ۱۵

۴۔ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۵۶ نیز دیکھو منجد مادہ طس

۵۔ حیوٰۃ الحیوان ج ۱ ص ۳۲۵ - کتاب البیان والتبیین ج ۲ ص ۱۶

۶۔ کتابُ البیان والتبیین ج ۲ ص ۱۶

۷۔ ایضاً

۸۔ آیت ۸۶ سورۂ ص - پوری آیت اس طرح ہے قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ۔

۹ - کتاب البیان والتبیین ج ۲ ص ۱۸

۱۰ - ایضاً

۱۱ - ایضاً

۱۲ - تہذیب الالفاظ ص ۱۹۸ - لسان المیزان ص ۹۵
ثمار القلوب ۲۹۷

۱۳ - کتاب البیان والتبیین ج ۴ ص ۱۹

۱۴ - الاصابہ ۳۵۹

۱۵ - للاوسط - جمع الفوائد ج ۱ ص ۳۷۶

۱۶ - اتقان ص ۳۴۳

# نقد و تبصرہ

## کتاب زندگی

منشی عبدالرحمٰن خاں

جاوید اکیڈمی۔ چہلیک ملتان شہر

عدل پرنٹنگ پریس۔ ۱۹۸۲ء

صفحات ۶۰۸ - قیمت - ۴۵ روپے

لاتعداد کتابوں کے مصنف منشی عبدالرحمٰن خاں ایک عجیب و غریب ہستی ہیں۔ ان کی زندگی کے بعض پہلو اتنے عجیب و غریب ہیں کہ ان کی وجہ سے لوگ ان کے بارے میں بجا یا بیجا طور پر یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ یا تو خود جن ہیں یا انہوں نے جن پال رکھے ہیں جن کی مدد سے وہ ایسے ایسے کام کر ڈالتے ہیں جو ایک عام آدمی کے لئے مشکل نہیں تو ناممکن ہے۔ کتاب زندگی منشی صاحب کی آپ بیتی ہے۔ جن بھوت کے قصے اگر کسی کو خود نوشت کی صورت میں پڑھنے ہوں تو وہ منشی صاحب کی اس کتاب کا مطالعہ کرے۔ اس کتاب میں اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔ یہ ایک ایسی آپ بیتی ہے جس میں بہت سے علمی، ادبی، تاریخی، سیاسی اور سماجی معاملات و مسائل بھی زیر بحث آئے ہیں اور یہ تمام مباحث اپنی جگہ بے شک پر از معلومات، مفید اور دلچسپ ہیں لیکن تصنیف و تالیف کے میدان میں ان کے محیر العقول کارنامے مافوق الفطرت ہیں۔ منشی صاحب کی رسمی تعلیم دسویں تک ہے۔ معاش کے لئے انہوں نے کچہری میں منشی گیری کی اور آخیر تک یہی ان کا پیشہ رہا۔ یہ بڑی ہی اٹمل بے جوڑ سی بات ہے کہ انہوں نے اس پیشے کے ساتھ لکھنے پڑھنے سے شغف رکھا اور

سینکڑوں نہیں ہزاروں صفحات سیاہ کر ڈالے۔

ان کی مطبوعہ کتابوں کی تعداد دو چار دس بیس نہیں سو پچاس کی گنتی میں بتائی جا سکتی ہے۔ ان کتابوں کا معیار کچھ بھی ہو، مقدار بھی معیار کو دیکھنے کی ایک میزان ہے۔ منشی کالفظ ان کے نام کا جز ان کی پیشہ ورانہ زندگی کی وجہ سے بنا لیکن واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے جس طوفانی رفتار سے انشا پردازی کی ہے یہ لفظ اپنے ابتدائی مفہوم میں ان کی زندگی کے اس پہلو پہ زیادہ صادق آتا ہے۔ منشی صاحب نے اپنے لئے کہیں لیکھک کا ایک لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ لفظ ان کی محررات کے وزن کی نسبت بہت ہلکا ہے۔ اسی اصل کا ایک لفظ اردو بول چال میں لکھاڑ آتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں حقیقت حال کی صحیح ترجمانی کے لئے یہ لفظ بھی ناکافی ہے۔ اس کتاب کے ایک اندراج کے مطابق دسمبر ۱۹۸۱ء تک منشی صاحب کی مطبوعہ کتابوں کی تعداد ۸۰ تک پہنچ چکی تھی۔ جن کے مجموعی صفحات ۲۰ ہزار کے قریب ہیں۔

اس کتاب میں تعریف کے پہلو اتنے ہیں کہ ان کا احاطہ ممکن نہیں اس لئے میں ان سے صرف نظر کر کے بعض ایسی باتوں کی نشاندہی کرنے پہ اکتفا کرتا ہوں جو حرف گیری یا عیب جوئی کے قبیل سے کہی جا سکتی ہیں۔ اس لئے کہ خامیوں کے ساتھ خوبیاں معائب کے ساتھ محاسن بھی بیان کرتا تو وہ صحیح معنوں میں نقد و انتقاد ہوتا۔ بہر حال میرا مقصد اصلاح ہے تاکہ واقعی اگر یہ خامیاں ہیں تو ان کی نشاندہی ہو جائے اور آئندہ منشی صاحب ان کا ازالہ کر کے نسبتاً بے عیب کتابیں لکھ سکیں۔

اس نام کی بعض کتابیں پہلے سے اردو میں موجود تھیں جن کا غالباً مصنف کو علم نہیں تھا ورنہ وہ اپنی کتاب کا یہ نام رکھنے کی غلطی نہ کرتے۔ یوں بھی ایک فرد واحد کی آپ بیتی "کو مجرد کتاب زندگی" کے نام سے موسوم کرنا ایک غلط تعبیر ہے۔ اس عنوان میں عموم ہے اور یہ صرف ایک ایسی کتاب کا نام ہو سکتا ہے جس میں عام زندگی کے فلسفہ، تصور، اصول، مبادی یا اقدار کا ذکر ہو۔ ایک شخص کی خود نوشت

کے لئے یہ نام موزوں نہیں۔ اس نام سے دھوکا ہوتا ہے۔ "میری کتاب زندگی" نام رکھتے تو یہ سقم باقی نہ رہتا۔

منشی صاحب نے کتاب میں جو فصلی یا ذیلی عنوانات قائم کئے ہیں ان میں ایک عنوان ہے "غنڈہ گردی کا دور" ایک آپ بیتی یا خود نوشت سوانح حیات میں یہ عنوان پڑھ کر ذہن اس طرف جاتا ہے کہ منشی صاحب کی زندگی میں کوئی دور ایسا بھی گزرا ہے۔ حالانکہ بات یہ نہیں ہے۔ منشی صاحب کا اشارہ ۱۹۷۳-۷۴ کے معاشرتی اور سیاسی حالات کی طرف ہے۔

کتاب کے ۹۲ صفحہ پر ایک جگہ منشی صاحب عورت کے حقوق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "وہ ہر دور میں مظلوم رہی اور مرد "الرجال قوامون علی النساء" کے تخت پر بیٹھ کر اس پر ظلم کرتا رہا۔ گو منشی صاحب کا یہ ارادہ نہیں مگر اس طرز ادا سے قرآن مجید کا استخفاف لازم آتا ہے اور اس کے ساتھ گستاخی کا پہلو نکلتا ہے جس کی توقع کسی دشمن اسلام سے تو کی جا سکتی ہے کسی مبلغ اور دینی مصلح سے نہیں جیسے کہ منشی صاحب ہیں۔ منشی صاحب کو یہ معلوم ہے کہ یہ قرآن مجید کی ایک آیت کا ٹکڑا ہے۔

کتاب کے صفحہ ۵۲۴ پر منشی صاحب نے لڑکپن کی شرارت کا ایک واقعہ ایک پیرجی کے "پشاوری نکاح" کا بیان کیا ہے۔ جس کو پڑھ کر بے حیائی کو بھی پسینہ آجائے۔ حیرت ہے کہ منشی صاحب نے یہ سوچا نہ عبارت لکھ ڈالی اور چھاپ کر شائع کر دی اور انہیں اس کا احساس تک نہ ہوا کتاب کا صفحہ ۵۲۶ جوش کی "یادوں کی برات" کو پیچھے چھوڑ گیا۔ وقوع واقعہ کی حد تک تو یہ عذر پیش کیا جا سکتا ہے کہ اس کا تعلق عہد طفلی اور زمانہ آوارگی سے ہے لیکن ۷۰ سال کی عمر میں اس کو ایک ایسی کتاب میں درج کرنے کی منطق سمجھ میں نہیں آئی جس میں مصنف نے خود کو ایک داعی، مبلغ اور

مصلح کے روپ میں پیش کیا ہے۔ اس کتاب ہی کی تصریح کے مطابق ۱۹۲۱ء منشی صاحب کا سال پیدائش ہے۔ میرے خیال میں یہ تحلیل نفسی کا ایک پیچیدہ مسئلہ ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے۔ جیسے یہی ایک صفحہ ہے جس کے لئے چھ سو صفحے کی یہ کتاب لکھی گئی ہے۔

(شرف الدین اصلاحی)